ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.9. No.1.2026

# مستنصر حسین تارڑ کے ناول "قربتِ مرگ میں محبت" میں فلیش بیک کی تکنیک (تحقیقی و تنقیدی جائزہ)

# The Flashback Technique in Mustansar Hussain Tarar's Novel "Qurbat-e-Marg Mein Mohabbat": A Research and Critical Analysis

**نسرین اختر**

پی ایچ ڈی اسکالر اردو الحمد اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کیمپس

**ڈاکٹر جابر حسین**

ایسوسی ایٹ پروفیسر اردو الحمد اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کیمپس

**Abstract :**Mustansar Hussain Tarar is one of the prominent Urdu writers who has distinguished himself through both travel writing and fiction. His novel *Qurbat-e-Marg Mein Mohabbat* presents a distinctive narrative structure in which the technique of flashback plays a central role. The novel revolves around Khawar, an elderly and lonely man spending his final days near the Indus River. Although the narrative appears to unfold in the present, Khawar repeatedly returns to his childhood, family life, relationships, and experiences of love through memories and psychological recollections. Tarar uses flashback not merely to recount past events but to reveal the psychological development of the protagonist and to connect his present emotional state with his past experiences.The study shows that flashback in the novel operates at several levels, including psychological, informational, imaginative, symbolic, and nested flashbacks. Memories of the Indus Queen, the colonial past, rural society, fishermen, Khawar's childhood, and his relationships with Ghilaafi Aankhein, Abida Somroo, and Dr. Sultana Shah enrich the narrative with social, cultural, historical, and psychological dimensions. Tarar's seamless movement between past and present prevents disruption in narrative continuity and creates a fluid temporal structure. Through this technique, the novel explores love, loneliness, ageing, memory, identity, mortality, and the transience of human life. Thus, flashback emerges as one of the most significant artistic devices through which Tarar transforms a romantic narrative into a profound psychological and philosophical exploration of human existence.

**Keywords:** Mustansar Hussain Tarar, *Qurbat-e-Marg Mein Mohabbat*, Flashback, Narrative Technique, Psychological Recollection, Memory, Temporal Structure, Love, Loneliness, Ageing, Mortality, Identity, Indus River, Urdu Fiction.

مستنصر حسین تارڑ اردو ادب کے ان نمایاں تخلیق کاروں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے سفر نامہ نگاری کے ساتھ ساتھ ناول نگاری میں بھی اپنی منفرد شناخت قائم کی۔ان کی تحریروں میں زندگی، محبت، موت، تنہائی، انسانی نفسیات، سماجی رویوں اور تہذیبی تبدیلیوں کا گہرا شعور نمایاں ہوتا ہے۔ تارڑ کی نثر میں منظر نگاری، جزئیات نگاری، مکالمہ، طنز و مزاح اور داخلی کیفیات ایک دوسرے سے اس طرح مربوط ہوتے ہیں کہ قاری محض واقعات نہیں پڑھتا بلکہ انہیں محسوس بھی کرتا ہے۔ان کے نزدیک نثر ایک پیچیدہ اور محنت طلب فن ہے، کیونکہ نثر نگار کو کسی تجربے، احساس اور فکر کی مکمل دنیا تخلیق کرنا ہوتی ہے۔یہی تخلیقی رویہ ان کے ناولوں میں بیانیہ تکنیکوں کے مؤثر استعمال کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



"بیرون ملک دلکشی کا بیان ہو یا اندرون ملک پہاڑی علاقوں کے حُسن و جمال کا ذکر، ان کا اسلوب تحریر انفرادیت کا حامل ہے۔ وہ سفر میں کسی ایک منظر کو مرکز نگاہ بنا کر نہیں چلتے بلکہ ہر موڑ پر ایک نیا منظر ان کا منتظر ہوتا ہے اور اس منظر کے ہر پہلو سے وہ بھرپور انداز میں لطف اندوز ہوتے ہیں اور اس کی جزئیات نگاری میں ان کا رومانوی افسانوی اسلوب برقرار رہتا ہے"۔ (1)

ناول ''قربتِ مرگ میں محبت'' تارڑ کی اسی فنی مہارت کا اہم نمونہ ہے۔ اس ناول کا بنیادی موضوع محبت، بڑھاپا، تنہائی اور موت کے باہمی تعلق سے تشکیل پاتا ہے۔ مرکزی کردار خاور اپنی زندگی کے آخری ایام سندھ ساگر کے کنارے گزارتا ہے۔ بظاہر ناول کا زمانۂ حال یہی کشتی کا سفر اور اس کے گرد پھیلا ہوا ماحول ہے، لیکن خاور کی یادیں اسے بار بار ماضی کی طرف لے جاتی ہیں۔ اس طرح حال ایک نقطۂ آغاز بن جاتا ہے جہاں سے بچپن، ازدواجی زندگی، بیٹیوں سے تعلق اور مختلف عورتوں سے وابستہ تجربات ایک ایک کر کے سامنے آتے ہیں۔ یہی ماضی کی بازیافت ناول کے بیانیے کی بنیادی ساخت تشکیل دیتی ہے۔

"قربت مرگ میں محبت کی تینوں خواتین حقیقی ہیں۔ میں نے عورت کو اتنے قریب سے اور اتنے مختلف رویوں میں دیکھا ہے کہ یہ تجربات حیرت کی حدود میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ہم منافق لوگ ہیں۔ جھوٹ کے شفاف لبادے کو اوڑھ کر سمجھتے ہیں کہ ہمارا ننگا بدن لوگوں سے چھپ گیا ہے۔ میں ایک بہادر آدمی ہوں میں نے یہ سب اپنی تخلیقی تسکین کے لیے لکھا ہے۔ مجھے لوگوں کا کوئی ڈر نہیں"۔ (2)

تارڑ فلیش بیک کو محض گزشتہ واقعات بیان کرنے کے لیے استعمال نہیں کرتے بلکہ اسے کردار کی نفسیاتی تشکیل کا ذریعہ بناتے ہیں۔ خاور کا ماضی اس کی موجودہ شخصیت کو سمجھنے کی کلید ہے۔ اس کی تنہائی، محبت سے ناواقفیت اور بڑھاپے کا احساس اس وقت زیادہ واضح ہوتا ہے جب وہ اپنی گزری ہوئی زندگی کے مختلف مرحلوں کو یاد کرتا ہے۔ اس تکنیک کے ذریعے قاری کو خاور کے ماضی اور حال کے درمیان ایک مسلسل رشتہ دکھائی دیتا ہے۔ یوں فلیش بیک محض زمانی تبدیلی نہیں رہتا بلکہ کردار کے شعور اور لاشعور میں داخل ہونے کا وسیلہ بن جاتا ہے۔ ناول کے آغاز میں سندھ ساگر اور انڈس کوئین کا منظر بھی اسی فنی حکمتِ عملی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ موجودہ ویرانی کو دیکھ کر خاور کے ذہن میں اس جہاز کا شاندار ماضی زندہ ہو جاتا ہے۔ ماضی کی تہذیبی رونق اور حال کی ویرانی ایک دوسرے کے مقابل آ کر وقت کی بے ثباتی کو نمایاں کرتی ہیں۔ اسی تناظر میں یہ اقتباس ماضی کی تہذیبی فضا کو نہایت جاندار بناتا ہے:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



" برانڈی اور سکاچ کی گہری تہذیب یافتہ مہک عرشے کے چوبی پالش شدہ تختوں اور مسافروں کے بدن میں سرایت کرتی تھی۔

وی آئی پی لاؤنج کے صوفوں میں دھنسے پولیٹیکل ایجنٹ اور کونے میں ٹیبل لیمپ کے برابر اکڑوں بیٹھے راج دلارے ابھی حال ہی میں کچلی گئی بغاوت کے تذکرے کرتے تھے اور نیٹیوز کے مظالم پر نفرین بھیجتے تھے۔ان میں جو نیٹو تھے وہ جھک کر پولیٹیکل ایجنٹ کو اپنی وفاداریوں کا یقین دلاتے تھے اور آئندہ بھی کسی غدر کے دوران اپنی مکمل حمایت کے وعدے کرتے تھے۔ عرشے کے کسی اور حصے میں بلوچ سرداروں کی سرکوبی کرنے یا انہیں خریدنے کے منصوبوں پر پائپ کے کش لگاتے برانڈی کے گھونٹ بھرتے صاحب بہادر' ان لوگوں کے ساتھ مشورے کرتے تھے جو اطاعت گزار ہو چکے تھے..لاٹ صاحبان اور میم صاحبان کی حضوری کی خواہش میں وفادار بلوچ فیوڈل تاک میں رہتے تھے کہ کب نظر کرم ان کی جانب اٹھے..اگر کوئی ایسی نظر اٹھتی تھی تو وہ بڑے گھیرے کی شلواریں سنبھالتے ازار بند اڑسے اپنی جہازی پگڑیوں کو دونوں ہاتھوں سے گرنے سے بچاتے لوٹ پوٹ ہوتے اس آس میں آگے بڑھتے کہ شاید یہ میم صاحب مجھے اپنے پوڈل یا سکاٹش ٹیریر کو پچکارنے کی اجازت مرحمت فرمادیں اسے نہلانے کا مقدس فریضہ مجھے سونپ دیں۔"(3)

اس ناول میں ماضی کی نوآبادیاتی فضا صرف تاریخی معلومات کے طور پر نہیں آتی بلکہ خاور کے موجودہ مشاہدے کے ساتھ جڑ کر ایک تہذیبی معنویت پیدا کرتی ہے۔ماضی کی شان و شوکت اور حال کی شکست وریخت کے درمیان موجود تضاد ناول کے مرکزی تصورِ زوال کو مضبوط کرتا ہے۔اس طرح فلیش بیک انفرادی یاد سے بڑھ کر اجتماعی حافظے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

انڈس کوئین کے ماضی سے متعلق سرور کی گفتگو بھی اسی تکنیک کی ایک اہم مثال ہے:

" یہ ---یہاں کب سے ہے سرور ؟

یہ تو--- سرور مخمصے میں پڑ گیا، ران پر دیر تک کھجلی کرتا رہا مجھے تو نہیں یاد سائیں، پر میرا باپ تھا ناں سائیں وہ کہتا تھا کہ ہم پونگ لوگ ہیں پونگ تو سمجھتے ہو ناں سائیں مچھلی کے بچے ہم لوگ خشکی پر جتنی دیر ٹھہریں ناں تو اتنے ہمارے ساہ کم ہو جاتے ہیں تو وہ جو میرا باپ تھا ناں تو وہ ہمیش پانیوں میں رہتا تھا، خشکی پر آتا تھا تو صرف

ٹانڈے کاٹنے کے لیے اور بوٹی پینے کے لیے تو وہ بولا کرتا تھا یہ کشتی تو تب سے ادھر برباد کھڑی ہے جب وہ ابھی گیلا گیلا اپنی ماں سے باہر آیا تھا'..

اس نے یا کسی اور نے اسے اس زمانے میں نہیں دیکھا جب یہ پانیوں میں چلتی تھی"؟(4)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



یہاں ماضی براہِ راست کسی تاریخی راوی کے ذریعے نہیں بلکہ نسل در نسل منتقل ہونے والی یاد کے ذریعے سامنے آتا ہے۔اس طرح فلیش بیک میں تخیل، روایت اور اجتماعی حافظہ باہم مل جاتے ہیں۔انڈس کوئین ایک جہاز سے بڑھ کر گزرے ہوئے زمانے کی علامت بن جاتی ہے۔تارڑ فلیش بیک کے ذریعے سندھ کے ساحلی معاشرے، مچھیروں کی زندگی، ان کے رسم و رواج اور معاشرتی رویوں کو بھی سامنے لاتے ہیں۔اس مقصد کے لیے کرداروں کی گفتگو اور ان کے مشاہدات کو استعمال کیا گیا ہے:

"جدھر ہمارے چھپر اور کشتیاں ہیں یہ کنارا ملکیت میں ہے ان کی۔۔ہم سے کوئی لگان تو نہیں لیتے سائیں مہربانی کرتے ہیں۔۔۔چلتے ہیں سائیں نہیں تو سورج تو کھڑا ہے"۔ (5)

یہ ساحلی معاشرے کے طبقاتی اور معاشرتی ڈھانچے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔فلیش بیک یہاں معلوماتی نوعیت اختیار کر لیتا ہے اور قاری کو اس ماحول کے ان پہلوؤں سے آگاہ کرتا ہے جو موجودہ واقعے کے بغیر مکمل طور پر واضح نہیں ہو سکتے۔خاور کی داخلی زندگی کو اجاگر کرنے میں نفسیاتی فلیش بیک سب سے زیادہ مؤثر ثابت ہوتا ہے۔اس کی تنہائی، بڑھاپے اور اپنی بیٹیوں سے فاصلے کا احساس ماضی کی یادوں کے ذریعے سامنے آتا ہے:

"نیند نے اسے مکمل طور پر تیاگ دیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔
اس کی گوری آنکھیں بند نہ ہوتی تھیں۔۔۔۔۔۔۔۔
بارہ کہو کے گھر میں بھی ایسی راتیں بہت آتی تھیں، وہ اپنے بستر سے الگ ہو کر ٹیبل لیپ آن کر کے کوئی کتاب پڑھنے لگتا تھا۔ گزری ہوئی زندگی کے ان لمحوں کی تصویر میں دیکھنے لگتا تھا جب اس کی بیٹیاں اس پر انحصار کرتی تھیں اور اس کے بدن سے لپٹ کر کبھی بھی جدا ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھیں اور اب وہ ان کے لیے تقریباً معدوم ہو چکا تھا ان کے بچے اب ان کے بدن سے لپٹ کر تصویریں اتر واتے تھے اور وہ بھی ان سے کبھی جدا ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔
اس نے اپنے آپ کو سلیپنگ بیگ سے الگ کیا، کشتی کی ٹھک ٹھک ابھی جاری تھی۔۔اٹھا اور اٹھتے ہوئے قدرے لڑکھڑایا.. کہ اس نے اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اپنے آپ کو سیدھا نہیں کیا تھا اور پھر ریت میں اپنے ننگے پاؤں کھینتا بجھے ہوئے الاؤ اور اپنے پڑاؤ سے آہستہ آہستہ پرے ہونے لگا۔۔گھپ اندھیرے میں وہ ایک نابینا تھا اور ہاتھ پھیلائے سنبھل سنبھل کر چلتا جاتا تھا"۔ (6)

یہاں ماضی کی یاد اچانک حال کی جسمانی کیفیت میں ضم ہو جاتی ہے۔خاور کی بوڑھی اور کمزور جسمانی حالت، اس کی تنہائی اور بیٹیوں سے پیدا ہونے والا فاصلہ ایک ہی بیانیہ بہاؤ میں آ جاتے ہیں۔یہی وہ مقام ہے جہاں فلیش بیک کردار کے نفسیاتی تجزیے کا وسیلہ بن جاتا ہے۔خاور کی زندگی میں آنے والی تین اہم عورتیں، غلافی آنکھوں والی عورت، عابدہ سومرو اور ڈاکٹر سلطانہ شاہ، بھی ماضی کی یادوں کے ذریعے سامنے آتی ہیں۔ان کرداروں کے ذریعے خاور کے محبت کے مختلف تجربات اور جذباتی ارتقا کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔غلافی آنکھوں والی عورت خاور کی منجمد زندگی میں پہلی جذباتی حرکت پیدا کرتی ہے، عابدہ سومرو محبت اور فریب کے درمیان موجود پیچیدہ صورتِ حال کی نمائندگی کرتی ہے، جب کہ ڈاکٹر سلطانہ اس کے لیے فکری اور جذباتی طور پر ایک ممکنہ نئی زندگی کا تصور پیش کرتی ہے۔غلافی آنکھوں والی عورت کے بارے میں معلومات بھی فلیش بیک کے ذریعے فراہم ہوتی ہیں:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



" عرشے پر جو مسافر چہل قدمی کر رہے تھے 'ریلنگ پر جھکے تاریک پانیوں میں جھانکتے تھے سفر کی رات میں مخمور خوش اور بے حجاب تھے وہ ان سے الگ تھی، فاصلے پر تھی۔ اپنے آپ کو پوشیدہ رکھتی، حیادار غلافی آنکھوں کو سنبھالتی، تین جوان بیٹوں کی نابالغ ماں اپنے خاوند کی جنسی قوت سے تنگ آئی ہوئی، ہینڈ بیگ میں سپیشلسٹس کی رپورٹیں چھپائے۔۔۔ وہی تھی"۔ (7)

اس امیں کردار کی ظاہری شناخت کے ساتھ اس کا سماجی، ازدواجی اور جسمانی پس منظر بھی سامنے آتا ہے۔ تارڑ ماضی کی معلومات کو الگ باب یا وضاحتی بیان کی صورت میں پیش کرنے کے بجائے جاری منظر کے اندر شامل کر دیتے ہیں۔ اس لیے فلیش بیک بیانیے کی روانی کو متاثر نہیں کرتا۔ خاور اور غلافی آنکھوں والی عورت کی ملاقاتیں بھی فلیش بیک کے ذریعے ایک مکمل جذباتی تجربے میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ فون پر ہونے والی گفتگو، ملاقات کی جگہ، اسلام آباد کی سڑکیں اور بارہ کہو کی پہاڑیاں ماضی کے واقعات کو موجودہ تجربے کی طرح زندہ کر دیتی ہیں:

" کل صبح دس بجے۔۔
اگر مناسب ہو تو "

" کہاں؟

" اگر آپ مری روڈ کی اس کراسنگ پر آجائیں جہاں سے بارہ کہو کے لیے سڑک نکلتی ہے تو...
میں آجاؤں گی.. اور اگر تم نہ آئے تو اسی سڑک پر جو سرخ کھپریل والا گھر ہے اس کے گہرے سبز رنگ کے گیٹ پر جو اسی رنگ کی کال بیل ہے اس پر ساڑھے دس بجے... لیکن میں آپ کو کیسے پہچان سکوں گا؟'

" میں تمہیں پہچانتی ہوں، ایک مدت سے پہچانتی ہوں، سویٹ ڈریمز " فون بند ہو گیا۔
پٹونیا کے تیسرے گملے پر بیٹھے سرمئی کبوتر نے بہت دیر سے غٹر غوں نہیں کی تھی.. شاید وہ اس کی طویل گفتگو سے بور ہو کر اونگھ گیا تھا...
بیڈ روم میں واپس آکر اس نے اپنے حصے کے بستر میں لیٹ کر چھت کے اس حصے کو ایک نظر دیکھا جس پر پینٹ کا آخری کوٹ نہیں ہوا تھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر ٹیبل لیمپ آف کر دیا.. اس کے ساتھ ہی مرزا صاحب کے ہاتھ نے اس کے بدن کو ٹولا "ادھر آجاؤ.." (8)

یہاں فون کی گفتگو سے ماضی کا ایک مکمل واقعہ تشکیل پاتا ہے اور پھر موجودہ ماحول کی طرف واپسی ہوتی ہے۔ تارڑ وقت کی تبدیلی کو کسی واضح اعلان کے ذریعے نہیں بلکہ ماحول، اشیا، آوازوں اور کردار کے شعور کے ذریعے ظاہر کرتے ہیں۔ یہی تکنیک فلیش بیک کو غیر محسوس اور فطری بناتی ہے۔ عابدہ

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



سومرو کا کردار فلیش بیک کے ایک اور اہم پہلو کو سامنے لاتا ہے۔اس کے ذریعے یاد، اعتراف، جھوٹ، فریب اور نفسیاتی کھیل ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتے ہیں:

> "تھی " نہیں نہیں .. وہ دراصل میں ... آپ عابدہ سومرو ہیں ؟"
> صرف عابدہ کہئے سائیں .. سومرو تو کوئی اور ہیں ... اُس کی آواز میں ایک ایسا تسلسل تھا جیسے وہ کسی کے مخاطب نہ ہو خود کلامی میں گم ہو "مرشد آپ نے ارشاد کیا تھا کہ آپ کا کراچی کا پھیرا نہیں لگتا تو ہم ادھر آپ کے شہر میں حاضر ہو گئے ہیں.... مجھے افسوس ہے کہ آپ سے یہ کیوں پوچھا کہ آپ کراچی کا پھیر الگاتے ہیں کہ نہیں متلاشی تو ہم ہیں، ہمیں کو آنا چاہئے تھا سو ہم آگئے ... آگئے" ...
> وہ لفظوں کا بیوپار کرتا تھا.. اُن کے ہیر پھیر اور بناوٹ کا ایسا ماہر تھا کہ پرندوں کو درختوں سے اُتار سکتا تھا.. جالا بنتی مکڑی کو اُن کے زور سے پھنسا سکتا تھا.. یہ اُس کا کاروبار تھا لیکن گلے میں سے پھنس پھنس کر نکلنے والی اس آواز کے سامنے وہ بے بس اور لاچار محسوس کر رہا تھا کہ وہ جواب میں کیا کہے یا تو وہ جھوٹ کی اس کاریگری میں اُس سے کہیں بڑھ کر ماہر تھی اور یا پھر وہ ایک بہت بڑا سچ تھی جس سے وہ آگاہ نہیں تھا..
> جی بالکل... اُس نے صرف اتنا کہا"(9)

فلیش بیک صرف ماضی کے واقعات کی واپسی نہیں بلکہ کرداروں کے ذہنی اور جذباتی انکشاف کا ذریعہ بھی ہے۔عابدہ کے بیانیے میں سچ اور جھوٹ کی سرحدیں دھندلا جاتی ہیں اور خاور کی نفسیاتی بے یقینی بڑھتی ہے۔ڈاکٹر سلطانہ شاہ کے ذریعے فلیش بیک کا ایک مختلف اور زیادہ فکری انداز سامنے آتا ہے۔ وہ اپنے بچپن، خاندان، تعلیم اور امریکہ میں گزرے ہوئے زمانے کی یادیں خاور کے ساتھ شیئر کرتی ہے۔اس کی شخصیت کے تشکیل پانے کے مراحل ماضی کے واقعات کے ذریعے واضح ہوتے ہیں:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



" مجھے اپنے باپ کی سائیکل ابھی تک یاد ہے. اس کے ہینڈل پر گئی گھنٹی کو بار بار بجانا میری زندگی کی سب سے بڑی مسرت ہوتی تھی وہ گھنٹی گویا کسی جادو سے بھری تھی جو میرے ننھے منے ہاتھ کی جانب شعاعیں بھیجتی تھی کہ میرے قریب آؤ تمہارا انگوٹھا بہت منا سا ہے اور نرم ہے اور تمہیں بہت زور لگانا پڑے گا اس دروازے کو کھولنے کے لیے لیکن سنو میں تمہیں ایک بات بتاؤں کہ میں تمہیں پسند کرتی ہوں اور جونہی تم اپنا انگوٹھا مجھ پر جماؤ گی تو تمہیں زور لگا کر دھکیلنے کی ضرورت نہیں پڑے گی میں خود بخود تمہیں جادوئی موسیقی بنانے لگوں گی... اور میں ڈرتی ڈرتی لطف سے لرزتی اپنے باپ کی جانب کن اکھیوں سے دیکھتی اور اس کے چہرے پر شاباش بیٹی. بجاؤ" کی مسکراہٹ ہوتی اور میں اپنا انگوٹھا گھنٹی پر رکھ دیتی۔ اور واقعی وہ اپنے وعدے کے مطابق صرف میرے لمس سے ٹن ٹن بجنے لگتی... بعد کی زندگی میں جب میں امریکہ میں تھی جب کبھی میں نے گزشتہ زندگی کے بندھے ہوئے ساکت اقدار کو توڑا الکوہل کا جو بھی گھونٹ بھرا کسی مرد کے ساتھ آشنائی کا پہلا قدم اٹھایا تو وہ گھنٹی کہیں نہ کہیں سے ٹن ٹن کرتی میرے کانوں تک آجاتی تھی اور پھر ان کے پردے اپنے لیے بندا کر لوٹ جاتی تھی میں سنتی تھی اور ان سنی کر دیتی تھی"۔
(10)

یہ فلیش بیک محض ماضی کی یاد نہیں بلکہ ڈاکٹر سلطانہ کی شخصیت کی نفسیاتی تشکیل کا بیان ہے۔ بچپن کی ایک معمولی سی شے، یعنی سائیکل کی گھنٹی، بعد کی زندگی میں اس کے لیے اقدار، آزادی اور ممنوع حدود کو توڑنے کی علامت بن جاتی ہے۔ یوں تار ڑ ماضی کے ایک واقعے کو موجودہ شخصیت کے معنی سے جوڑ دیتے ہیں۔ خاور کے بچپن اور گاؤں کی زندگی بھی اسی تکنیک کے ذریعے سامنے آتی ہے۔ ماسٹر رحمت علی، چاچی نمبر ایک، دیہی ماحول، روایتی اقدار اور خاندانی تعلقات کی تفصیلات خاور کے موجودہ شعور میں ماضی کی تصویروں کی صورت نمودار ہوتی ہیں۔ اس سے نہ صرف اس کے کردار کی تشکیل سمجھ میں آتی ہے بلکہ بدلتے ہوئے دیہی معاشرے اور جدید زندگی کے درمیان فرق بھی نمایاں ہوتا ہے۔ اسی طرح فلیش بیک کے ذریعے تار ڑ انفرادی زندگی کو ایک وسیع ثقافتی پس منظر سے جوڑ دیتے ہیں۔

"ناول نگار قربت مرگ میں محبت میں پہلے دو ناولوں کی نسبت ایک اچھوتے موضوع کو استعمال میں لائے ہیں۔ محبت ایک آفاقی موضوع ہے۔ لیکن اگر اس محبت میں بڑھاپے اور موت کا عنصر شامل کر دیا جائے تو کہانی میں نیا پن پیدا ہو جاتا ہے"۔ (11)

ناول میں فلیش بیک کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ماضی سے حال کی طرف واپسی اکثر کسی شے، منظر، آواز یا جسمانی حرکت کے ذریعے ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر خاور کے بوٹوں پر قبرستان کی دھول کا احساس اسے موجودہ لمحے سے جوڑتا ہے۔ اس نوعیت کی تکنیک قاری کو زمانی تبدیلی کا احساس تو دلاتی ہے، مگر کہانی کا تسلسل نہیں ٹوٹنے دیتی۔ یہی وجہ ہے کہ ناول میں ماضی اور حال الگ الگ حصوں کے بجائے ایک دوسرے میں پیوست محسوس ہوتے ہیں۔ فلیش بیک کے اندر فلیش بیک کا استعمال بھی ناول کی ایک اہم فنی خصوصیت ہے۔ خاور موجودہ وقت میں سندھ ساگر پر ہے، وہاں سے کسی عورت کو

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



یاد کرتا ہے، پھر اس عورت کی سنائی ہوئی کوئی اور کہانی سامنے آجاتی ہے۔اس طرح بیانیہ ایک سے زیادہ زمانی سطحیں اختیار کرلیتا ہے۔عابدہ سومرو کی گفتگو، شیلا آفریدی کا واقعہ اور خاور کے اپنے ماضی کی یادیں اسی پیچیدہ ساخت کو تشکیل دیتے ہیں۔مثال کے طور پر:

" شہلا آفریدی از ڈیڈ سائیں شہلا مر گئی ہے.. اس نے صرف اتنا کہا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگی" وہ میری بہترین دوست تھی سائیں وہ مر گئی سائیں مر گی "اور پھر اس کی انجکیاں بند ھ گئیں اور وہ بول نہ پائی. بچوں کی طرح بلکتی رہی۔"(12)

یہ واقعہ ایک کردار کے ذریعے دوسرے کردار کی زندگی اور ماضی تک رسائی کا وسیلہ بن جاتا ہے۔اس طرح ناول کا فلیش بیک کثیر سطحی ہو جاتا ہے اور ہر کردار دوسرے کردار کے ماضی کی طرف جانے کا دروازہ بن جاتا ہے۔تارڑ کے ہاں فلیش بیک کا ایک اہم مقصد وقت کی ناپائیداری کو نمایاں کرنا بھی ہے۔انڈس کوئین کی ویرانی، خاور کا بڑھاپا، ختم ہوتے ہوئے رشتے اور ماضی کی محبتیں سب اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ زندگی مسلسل تبدیلی کے عمل سے گزرتی ہے۔اس حوالے سے یہ اقتباس تارڑ کے فکری تصور کی وضاحت کرتا ہے:

" کائنات، زمانے، انسان اور زندگی کی یہی تغیر پذیری ہمیں مستنصر حسین تارڑ کے ہاں بھی بڑی وافر ملتی ہے۔ویسے بھی حرکت۔۔زندگی اور سکون۔۔موت کی علامت ہے۔مجموعی طور پر ان کے اب تک کے ناولوں کو دیکھا جائے تو اس کے ثبوت میں بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں"(13)

اس ناول میں فلیش بیک کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ یہ پلاٹ کی رفتار کو روکنے کے بجائے اسے معنویت فراہم کرتا ہے۔ماضی کے واقعات خاور کے حال کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں، جب کہ حال کے مناظر ماضی کی یادوں کو تحریک دیتے ہیں۔اس طرح دونوں زمانے ایک دوسرے کے لیے معنوی تکمیل کا کام کرتے ہیں۔فلیش بیک کے ذریعے خاور کی محبت سے ناواقفیت، اس کی تنہائی، بیٹیوں سے فاصلہ، مختلف عورتوں سے تعلق اور موت کے قریب پہنچنے کا احساس ایک مربوط نفسیاتی تجربے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

مجموعی طور پر "قربتِ مرگ میں محبت" میں فلیش بیک ایک بنیادی بیانیہ تکنیک کی حیثیت رکھتا ہے۔تارڑ نے اسے معلومات فراہم کرنے، کردار سازی، نفسیاتی تجزیے، تہذیبی منظر نامے، سماجی رویوں اور جذباتی کیفیات کو نمایاں کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔خاور کا حال مسلسل اس کے ماضی سے جڑا ہوا ہے، اس لیے اس کی موجودہ تنہائی کو اس کے گزشتہ تجربات سے الگ کرکے نہیں سمجھا جاسکتا۔فلیش بیک اسی رشتے کو فنی سطح پر نمایاں کرتا ہے۔ناول میں ماضی اور حال کے درمیان آمد و رفت اتنی ہموار ہے کہ قاری کو زمانی تبدیلی کا احساس اکثر بہت دیر سے ہوتا ہے۔منظر نگاری، مکالمہ، داخلی خود کلامی، علامت اور یادداشت ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایسا بیانیہ تشکیل دیتے ہیں جس میں ماضی حال کی صورت اور حال ماضی کی بازگشت بن جاتا ہے۔یہی تکنیک ناول کو محض ایک رومانوی داستان نہیں رہنے دیتی بلکہ اسے انسانی تنہائی، یاد، بڑھاپے، محبت اور موت کے فلسفے سے جوڑ دیتی ہے۔چنانچہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ "قربتِ مرگ میں محبت" کا بنیادی بیانیہ خاور کی زندگی کے واقعات سے زیادہ اس کے حافظے اور شعور کی بازیافت پر قائم ہے۔فلیش بیک کے ذریعے تارڑ نے ایک ایسے انسان کی داخلی دنیا کو مجسم کیا ہے جو زندگی کے اختتامی مرحلے میں اپنے گزرے ہوئے کل کو نئے معنی دیتا ہے اور بالآخر یہ محسوس کرتا ہے کہ محبت کی پہچان اس وقت ہوئی جب موت اس کے بہت قریب آچکی تھی۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT



## حوالہ جات

1۔غفور شاہ قاسم,ڈاکٹر، مستنصر حسین تارڑ: شخصیت اور فن,اسلام آباد پاکستان،اکادمی ادبیات،،2018ء،ص69

2۔عرفان جاوید،خاکہ کاہن مشمولہ دروازے،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،،2017،ص38

3۔مستنصر حسین تارڑ,قربت مرگ میں محبت،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز, (2005ء)،ص24

4۔مستنصر حسین تارڑ,قربت مرگ میں محبت،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز, (2005ء)،ص26

5۔مستنصر حسین تارڑ,قربت مرگ میں محبت،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز, (2005ء)،ص27

6۔ڈاکٹر غفور شاہ قاسم,مستنصر حسین تارڑ: شخصیت اور فن,اسلام آباد،پاکستان،اکادمی ادبیات،2018ء،ص168

7۔مستنصر حسین تارڑ,قربت مرگ میں محبت،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز, (2005ء)،ص57

8۔مستنصر حسین تارڑ,قربت مرگ میں محبت،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز, (2005ء)،ص89

9۔مستنصر حسین تارڑ,قربت مرگ میں محبت،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز, (2005ء)،ص170

10۔مستنصر حسین تارڑ ,قربت مرگ میں محبت، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز, (2005ء)،ص283 11۔ڈاکٹر

11۔غفور شاہ قاسم,مستنصر حسین تارڑ: شخصیت اور فن,اسلام آباد،پاکستان،اکادمی ادبیات،2018ء،ص166

12۔مستنصر حسین تارڑ,قربت مرگ میں محبت،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز, (2005ء)،ص188

13۔غفور شاہ قاسم,مستنصر حسین تارڑ: شخصیت اور فن,اسلام آباد،پاکستان،اکادمی ادبیات،2018ء،ص168